7

دعا کے لئے بنیادی چیز صبر ہے۔ اللہ تعالیٰ سمیع و علیم ہے۔

۶؍جون ۲۰۰۳ء مطابق ۶؍احسان ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

☆ ...... اللہ تعالیٰ کی صفت ''سمیع'' کے متعلق ایمان افروز تشریحات

☆ ...... کاموں کے ساتھ ساتھ دعا کرنا۔ سنتِ انبیاء

☆ ...... تعمیر بیت اللہ اور اس کی اہمیت و حکمت اور دعائے ابراہیمی

☆ ...... دعاؤں سے کبھی گھبرانا نہیں چاہئے۔ مومن کبھی تھکتا نہیں

☆ ...... نبی اکرم ﷺ کا اعلیٰ وارفع مقام

☆ ...... آنحضرت ﷺ اور سفرِ طائف

☆ ...... چندوں کی ادائیگی اور بجٹ بناتے ہوئے

☆ ...... قول سدید سے کام لیں

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد درج ذیل آیت تلاوت فرمائی

﴿وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ۔رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا۔اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ (سورۃ البقرہ:۱۲۸)

آج سے اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع سے خطبات شروع ہوں گے۔ جو آیت مَیں نے ابھی تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ ہے: اور جب ابراہیم اُس خاص گھر کی بنیادوں کو استوار کر رہا تھا اور اسماعیل بھی (یہ دعا کرتے ہوئے) کہ اے ہمارے ربّ! ہماری طرف سے قبول کر لے۔ یقیناً تو ہی بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

علامہ راغب نے اللہ تعالیٰ کے بارہ میں جب سمیع کا لفظ استعمال ہوا ہے۔اس کے بارہ میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اَلسَّمْعُ کا لفظ منسوب کرتے ہیں تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا سنائی جانے والی اشیاء کے بارے میں علم ہونا اور ان کے بارہ میں جزا دینے کا ارادہ کرنا ہوتا ہے۔جیسا کہ اس تعریف سے ظاہر ہے بعض دفعہ لوگ بعض جلد باز یہ دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بہت پکارا، بہت دعا کی لیکن ہماری دعا سنی نہیں گئی۔ ہماری پکار سے یا ہماری دعا سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو اس بات کا علم ہے کہ ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے۔ یا جو چیز ہم مانگ رہے ہیں، جس چیز کے لئے ہم دعا کر رہے ہیں اس کی اس حالت میں ضرورت ہے بھی یا نہیں۔ اگر حقیقت میں ہمارا شمار اللہ تعالیٰ کی پیارے بندوں میں ہو، خدا کرے کہ ہو، تو وہ بہتر جانتا ہے کہ اس وقت کس رنگ میں ہماری کیا ضرورت ہے۔تو یہ بات دعا کرتے ہوئے ہر وقت مدنظر رہنی چاہئے کہ جہاں وہ سمیع ہے، علیم بھی ہے۔ ہمارا کام صرف مانگنا ہے اور اکثر جب ہماری فریادوں کو اللہ تعالیٰ سنتا ہے وہاں اگر

اپنے بندے کی کسی دعا کو اس صورت میں جس میں کہ بندہ مانگ رہا ہے ردّ بھی کر دیتا ہے تو اسے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ وہ واقعہ بڑا مشہور اکثر آپ نے سنا ہے کہ جو بزرگ تیس سال تک دعا مانگتے رہے اور روز ان کو یہی جواب ملتا تھا کہ نہیں منظور۔ اور صرف تین دن ان کے ایک مرید نے ان کے پاس بیٹھ کر جو بے صبری کا مظاہرہ کیا تو وہ رو پڑے کہ مَیں تو اتنے عرصہ سے یہ دعا مانگ رہا ہوں اور مجھے یہی جواب مل رہا ہے۔ اور میرا کام تو مانگنا ہے مانگتا چلا جاؤں گا۔ اس بات پر وہی کیفیت دوبارہ طاری ہوئی اور وہ نظارہ مرید نے بھی دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا جواب تھا کہ اس عرصہ میں جتنی دعائیں ہیں سب قبول ہوئیں۔

تو بڑی بنیادی چیز دعا مانگنے کے لئے صبر ہے اور یہ سوچ لینا چاہئے کہ خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کیا ہمارے لئے ضروری ہے۔ اس بارہ میں ایک حدیث ہے۔ اس آیت کی تشریح میں حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا: اے اسماعیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک خاص حکم دیا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا: آپؑ کے رب نے آپ کو جو حکم دیا ہے اس پر عمل کیجئے۔ آپ نے کہا: تو کیا تم میری اس بارے میں مدد کرو گے؟ حضرت اسماعیلؑ نے جواب دیا: ہاں کروں گا۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: تو پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں اپنا ایک گھر بنانے کا حکم دیا ہے اور آپ نے ایک ٹیلہ نما جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس پر ان دونوں نے بیت اللہ کی بنیادیں اٹھانی شروع کیں۔ حضرت اسماعیلؑ پتھر لاتے جاتے اور حضرت ابراہیمؑ (دیوار) بناتے جاتے۔ جب عمارت ذرا بڑی ہوگئی تو آپ یہ پتھر (یعنی حجر اسود) لائے اور آپؑ کے لئے اُسے نیچے رکھا۔ چنانچہ آپؑ اس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کرتے جاتے تھے جبکہ حضرت اسماعیلؑ آپؑ کو پتھر پکڑاتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ آپ دونوں یہ دعا بھی پڑھتے جاتے تھے: اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول فرما، یقیناً تُو ہی بہت سننے والا اور بہت صاحب علم ہے۔

(بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراھیم ......)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ یہ انبیاء ہی کی شان ہے کہ وہ کام

کے ساتھ ساتھ دُعائیں بھی کرتے چلے جاتے ہیں۔ لوگ تھوڑا سا کام کرتے ہیں تو فخر کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھو کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ بڑا ہوتا ہے تو اُسے ایک ایسے جنگل میں چھوڑ آتے ہیں جہاں نہ کھانے کا کوئی سامان تھا نہ پینے کا۔ اور پھر خانہ کعبہ کی عمارت بنا کر اُن کی دائمی موت کو قبول کر لیتے ہیں۔ دائمی موت کے الفاظ مَیں نے اس لئے استعمال کئے ہیں کہ ممکن تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واپس آجانے کے بعد وہ وہاں سے نکل کر کسی اَور جگہ چلے جاتے۔ مگر بیت اللہ کی تعمیر کے ساتھ وہ خانہ کعبہ کے ساتھ باندھ دیئے گئے گویا خانہ کعبہ کی ہر اینٹ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بزبان حال کہہ رہی تھی کہ تم نے اب اسی جنگل میں اپنی تمام عمر گزارنا ہے۔ یہ کتنی بڑی قربانی تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کی۔ مگر اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے اور کہتے ہیں کہ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا﴾ اے اللہ! ہم ایک حقیر ہدیہ تیرے حضور لائے ہیں، تُو اپنے فضل سے چشم پوشی فرما کر اسے قبول فرما لے۔ اور پھر کتنے تکلّف سے قبول کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: تَقَبَّلْ باب تفعّل سے ہے اور تفعّل میں تکلّف کے معنے پائے جاتے ہیں۔ پس وہ کہتے ہیں کہ تُو خود ہی رحم کر کے اس قربانی کو قبول فرما لے۔ حالانکہ یہ اتنی بڑی قربانی تھی کہ اس کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو قربان کر رہا تھا اور خانہ کعبہ کی ہر اینٹ اُن کو بے آب و گیاہ جنگل کے ساتھ مقید کر رہی تھی۔ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس کی ایک ایک اینٹ کے ساتھ اُن کے جذبات و احساسات کو دفن کر رہے تھے۔ مگر دُعا یہ کرتے ہیں کہ الٰہی یہ چیز تیرے حضور پیش کرنے کے قابل تو نہیں مگر تُو ہی اسے قبول فرما لے۔ یہ کتنا بڑا تذلّل ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اختیار فرمایا۔ اور درحقیقت قلب کی یہی کیفیت ہے جو انسان کو اونچا کرتی ہے۔ ورنہ اینٹیں تو ہر شخص لگا سکتا ہے۔ مگر ابراہیمی دل ہو تب وہ نعمت میسر آتی ہے جو خدا تعالیٰ نے اُنہیں عطا فرمائی۔ پس انسان کو چاہیے کہ وہ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ کہے۔ لیکن افسوس ہے کہ لوگ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا﴾ کہنے کی بجائے یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ ہماری

قدر نہیں کی جاتی۔ حالانکہ وہ جو کچھ کرتے ہیں دوسروں کی نقل میں کرتے ہیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کسی کی نقل میں قربانی نہیں کی۔ بلکہ اِدھر خدا نے حکم دیا اور اُدھر وہ قربانی کے لئے تیار ہو گئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا کے ستون ہوتے ہیں اور جن کا بابرکت وجود مصائب کے لئے تعویذ کا کام دے رہا ہوتا ہے۔ وہ قربانیاں بھی کرتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ کہتے جاتے ہیں کہ اے خدا! ہماری قربانی اس قابل نہیں کہ تیرے حضور پیش کی جاسکے۔ تیری ہستی نہایت اعلیٰ وارفع ہے۔ ہاں ہم امید رکھتے ہیں کہ تو چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے اسے قبول فرمالے گا۔ تیرا نام سمیع ہے اور تُو دعاؤں کو سننے والا ہے۔ ہماری یہ قربانی قبول کرنے کے لائق تو نہیں مگر تُو جانتا ہے کہ ہمارے پاس اس سے زیادہ اور کچھ چیز نہیں جو تیرے سامنے پیش کریں۔ ایک طرف تیرا سمیع ہونا چاہتا ہے کہ تُو ہم پر رحم کرے اور دوسری طرف تیرا علیم ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ تُو جانتا ہے کہ ہمارے جیسے نے کیا قربانی کرنی ہے۔ اسی روح کا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے مظاہرہ کیا۔ اور جب وہ دونوں مل کر بیت اللہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرتے جاتے تھے کہ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا﴾ اے ہمارے رب ہم نے خالص تیری توحید اور محبت کے لئے یہ گھر بنایا ہے۔ تُو اپنے فضل سے اسے قبول کرلے اور اس کو ہمیشہ اپنے ذکر اور برکت کی جگہ بنادے۔ ﴿اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ تُو ہماری دردمندانہ دُعاؤں کو سننے والا اور ہمارے حالات کو خوب جاننے والا ہے۔ تُو اگر فیصلہ کردے کہ یہ گھر ہمیشہ تیرے ذکر کے لئے مخصوص رہے گا تو اسے کون بدل سکتا ہے۔

(تفسیر کبیر۔ جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۷۷ تا ۱۸۰)

حضرت مصلح موعودؓ مزید فرماتے ہیں:

”اس آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بیت اللہ بنانے کے درحقیقت دو حصے ہیں۔ ایک حصہ بندے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور دوسرا حصہ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے۔ جس مکان کو ہم بیت اللہ کہتے ہیں وہ اینٹوں سے بنتا ہے، چونے سے بنتا ہے، گارے سے بنتا ہے۔ اور یہ کام خدا نہیں کرتا بلکہ انسان کرتا ہے۔ مگر کیا انسان کے بنانے سے کوئی مکان بیت اللہ بن سکتا ہے۔ انسان تو صرف

ڈھانچہ بناتا ہے۔ روح اُس میں خدا تعالیٰ ڈالتا ہے۔ اسی امر کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ڈھانچہ تو مَیں نے اور اسمٰعیلؑ نے بنا دیا ہے۔ مگر ہمارے بنانے سے کیا بنتا ہے۔ کئی مسجدیں ایسی ہیں جو بادشاہوں اور شہزادوں نے بنائیں مگر آج وہ ویران پڑی ہیں۔ اس لئے کہ انسان نے تو مسجدیں بنائیں مگر خدا نے انہیں قبول نہ کیا۔ پس حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کہتے ہیں کہ اے خدا! ہم نے تیرا گھر بنایا ہے اِسے تُو قبول فرما۔ اور تُو سچ مچ اس میں رَہ پڑ۔ اور جب خدا کسی جگہ بس جائے تو وہ کیسے اُجڑ سکتا ہے!۔ گاؤں اُجڑ جائیں تو اُجڑ جائیں شہر اُجڑ جائیں تو اُجڑ جائیں۔ مگر وہ مقام کبھی اُجڑ نہیں سکتا جس جگہ خدا بَس گیا ہو۔

(تفسیر کبیر۔ جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۸۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اس ضمن میں فرماتے ہیں:

''﴿اَلسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾: دعائیں سنتا ہوں۔ دلوں کے بھیدوں، ضرورتوں، اخلاص کو جانتا ہے۔

(حقائق الفرقان جلد ۱ صفحہ ۲۲۸ مطبوعہ ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''یہ ایک دعا ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب ربّ العزّت اور ربّ العالمین اللہ جلّ شانہٗ کے حضور مانگی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اِس دنیا میں اِسلام کے آنے اور اس کے ثمرات کے ظہور کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت ابراہیمؑ کے ذریعہ ایک دعا کی تقریب پیدا کر دی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تُو ہمارا ربّ اور مربی اور محسن ہے۔ تیری عالمگیر ربوبیّت سے جیسے جسم کے قویٰ کی پرورش ہوتی ہے۔ عمدہ اور اعلیٰ اخلاق سے انسان مزیّن ہوتا ہے ویسے ہی ہمارے روح کی بھی پرورش فرما اور اعتقادات کے اعلیٰ مدارج پر پہنچا۔ اے اللہ! اپنی ربوبیت کے شان سے ایک رسول ان میں **بھیجیئو** جو کہ مِنْهُمْ یعنی انہی میں سے ہو اور اس کا کام یہ ہو کہ وہ صرف تیری (اپنی نہیں) باتیں پڑھے، اور پڑھائے اور صرف یہی نہیں بلکہ ان کو سمجھا اور سکھلا بھی دے۔ پھر اِس پر بس نہ **کیجیئو** بلکہ ایسی طاقت، جذب اور کشش بھی اسے **دیجیئو** جس سے لوگ اس تعلیم پر کاربند ہو کر مزکی اور مطہر بن جاویں۔ تیرے نام کی اس سے عزت ہوتی ہے کیونکہ تُو عزیز ہے اور تیری باتیں حق اور حکمت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ اس دعا کی قبولیت کس طرح سے ہوئی وہ تم

لوگ جانتے ہو اور یہ صرف اس دعا ہی کے ثمرات ہیں جس سے ہم فائدے اٹھاتے ہیں۔‘‘
(حقائق الفرقان جلد ۱ صفحہ ۲۳۳،۲۳۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں: کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اِس مسجد (خانہ کعبہ) کی تعمیر کے وقت سات دعائیں کی ہیں:۔اوّل: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا﴾ ۔دوم: ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُسْلِمَةً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا﴾ یعنی اے ہمارے ربّ! اپنا ہی ہمیں فرمانبردار بنادے اور ہماری اولاد سے ایک گروہ مُعَلِّمُ الْخَيْر تیرا فرمانبردار ہو اور دکھا ہمیں اپنی عبادت گاہیں اور طریق عبادت۔سوم: ﴿وَاجْنُبْنِي وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَام﴾ (ابراھیم : ۳۶)۔بچالے مجھے اور میری اولاد کو کہ بُت پرستی کریں۔چہارم یہ کہ: ﴿وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾ اور رزق دے مکہ والوں کو پھلوں سے۔پنجم: ﴿فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ﴾ (ابراہیم :۳۹) کچھ لوگوں کے دل اس شہر کی طرف جھکا دے۔ششم: ﴿وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا﴾ ان میں عظیم الشان رسول بھیج۔ہفتم: ﴿اِجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا﴾ (ابراھیم : ۳۶) اِس شہر کو امن والا بنا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں کہ: ’’قرآن کریم میں ان دعاؤں کے قبول ہونے کا ذکر آیاتِ ذیل میں ہے جو سات ہیں: اوّل جو دعا کی اس کے جواب میں: ﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ﴾ (المائدۃ : ۹۸) اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو عزت والا اور حرمت والا بنایا۔ دوم: ﴿وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ (البقرۃ : ۱۳۱) اور بے ریب برگزیدہ کیا ہم نے اسے اسی دنیا میں اور بے ریب آخرت میں سنوار والوں سے ہے۔ سوم: ﴿طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾ (البقرۃ:۱۲۶) یعنی ستھرا رکھو اس میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اِعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے۔اور فرمایا ﴿وَهُدًى لِّلنَّاسِ﴾ ہدایت کا مقام ہے لوگوں کے لئے۔چہارم: ﴿اَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوْعٍ﴾ (قریش:۵) کھانا دیا ان کو بھوک کے بعد۔

اب دیکھیں تو مکہ جس علاقہ میں ہے وہاں نہ کوئی ایسی کھیتی باڑی ہے جہاں سے مختلف قسم کی خوراکیں آتی ہوں لیکن اس قبولیت کے نتیجہ میں آج بلکہ اس زمانہ میں بھی تجارتی قافلے آتے تھے

ہر چیز لے کے آتے تھے کھانے کی۔اور آج بھی ہر چیز وہاں میسر ہے۔
پنجم:﴿وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ﴾ (البقرة:١٢٦)۔بیت اللہ کو لوگوں کیلئے جُھنڈ در جُھنڈ آنے کی جگہ بنایا۔اب دیکھیں حج کے موقع پر لاکھوں آدمی ہر سال وہاں اکٹھے ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ بھی سارا سال لوگ عمرہ کے لئے جاتے رہتے ہیں۔ششم:﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ (الجمعة:٣) اللہ وہ ہے جس نے بھیجا مکہ والوں میں رسول، انہی میں سے۔ پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں۔ پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے ان کو کتاب و حکمت۔یعنی نبی کریم ﷺ۔ ہفتم:﴿وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾ (ال عمران: ٩٨) اور جو داخل ہوا مکہ میں، ہوا امن پانے والا۔

تو حضور فرماتے ہیں کہ:”سات دعائیں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام و برکاتہ نے مانگیں اور ساتوں قبول ہوئیں“۔

(نور الدین صفحہ ٢٤٩-٢٥٠)

اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”دعاؤں سے کبھی گھبرانا نہیں چاہا۔ان کے نتائج عرصہ دراز کے بعد بھی ظہور پذیر ہوتے ہیں لیکن مومن کبھی تھکتا نہیں۔قرآن شریف میں دعاؤں کے نمونے موجود ہیں۔ان میں سے ایک ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے وہ اپنی اولاد کیلئے کیا خواہش کرتے ہیں: ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾۔اِس دعا پر غور کرو حضرت ابراہیمؑ کی دعا روحانی خواہشوں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ آپ کے تعلقات، بنی نوع انسان کی بھلائی کے جذبات کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے۔وہ دعا مانگ سکتے تھے کہ میری اولاد کو بھی بادشاہ بنادے مگر وہ کیا کہتے ہیں: اے ہمارے ربّ! میری اولاد میں انہیں میں کا ایک رسول معبوث فرما۔اس کا کام کیا ہو؟ وہ ان پر تیری آیات تلاوت کرے اور اس قدر قوتِ قدسی رکھتا ہو کہ وہ ان کو پاک و مطہر کرے اور ان کو کتاب اللہ کے حقائق و حِکم سے آگاہ کرے۔اسرارِ شریعت ان پر کھولے۔

پس یہ ایسی عظیم الشان دُعا ہے کہ کوئی دعا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور ابتدائے آفرینش سے جن لوگوں کے حالاتِ زندگی ہمیں مل سکتے ہیں۔کسی کی زندگی میں یہ دعا پائی نہیں جاتی۔حضرت

ابراہیمؑ کی عالی ہمتی کا اس سے خوب پتہ چلتا ہے۔

پھر اس دعا کا نتیجہ کیا ہوا اور کب ہوا۔ عرصہ دراز کے بعد اس دعا کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ جیسا انسان پیدا ہوا اور وہ دُنیا کے لئے ہادی اور مصلح ٹھہرا۔ قیامت تک رسول ہوا اور پھر وہ کتاب لایا جس کا نام قرآن ہے اور جس سے بڑھ کر کوئی رُشد، نُور اور شفا نہیں ہے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد ۱۔صفحہ ۲۳۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’ابراہیم علیہ السلام چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا اس لئے ہر ایک ابتلا کے وقت خدا نے اس کی مدد کی جبکہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا۔ خدا نے آگ کو اس کے لئے سرد کر دیا ...... پھر جبکہ ابراہیم نے خدا کے حکم سے اپنے پیارے بیٹے کو جو اسماعیل تھا ایسی پہاڑیوں میں ڈال دیا جن میں نہ پانی نہ دانہ تھا تو خدا نے غیب سے اُس کے لئے پانی اور سامانِ خوراک پیدا کر دیا‘‘۔

(حقیقة الوحی۔روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۵۲)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

’’ابراہیم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بہت برکتیں دی تھیں اور وہ ہمیشہ دشمنوں کے حملوں سے سلامت رہا۔ پس میرا نام ابراہیمؑ رکھ کر خدا تعالیٰ یہ اشارہ کرتا ہے کہ ایسا ہی اس ابراہیمؑ کو برکتیں دی جائیں گی اور مخالف اس کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکیں گے...... ابراہیمؑ سے خدا کی محبت ایسی صاف تھی جو اُس نے اُس کی حفاظت کے لئے بڑے بڑے کام دکھلائے اور غم کے وقت اُس نے ابراہیمؑ کو خود تسلّی دی‘‘۔

(براھین احمدیه حصه پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحه ۱۱۴۔۱۱۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں کہ:

’’جس طرح حضرت ابراہیمؑ خانہ کعبہ کے بانی تھے۔ ایسا ہی ہمارے نبی ﷺ خانہ کعبہ کی طرف تمام دنیا کو جھکانے والے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی طرف جھکنے کی بنیاد ڈالی تھی۔ لیکن ہمارے نبی ﷺ نے اس بنیاد کو پورا کیا۔ آپ نے خدا کے فضل اور کرم پر ایسا توکّل کیا کہ ہر ایک طالبِ حق کو چاہئے کہ خدا پر بھروسہ کرنا آنجناب سے سیکھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس قوم میں پیدا ہوئے تھے جن میں توحید کا نام ونشان نہ تھا اور کوئی کتاب نہ تھی۔ اسی طرح ہمارے نبی ﷺ

اُس قوم میں پیدا ہوئے جو جاہلیت میں غرق تھی۔اور کوئی ربّانی کتاب اُن کو نہیں پہنچی تھی۔اور ایک یہ مشابہت ہے کہ خدا نے ابراہیمؑ کے دل کو خوب دھویا اور صاف کیا تھا یہاں تک وہ خویش اور اقارب سے بھی خدا کے لئے بیزار ہو گیا اور دنیا میں بجز خدا کے اس کا کوئی بھی نہ رہا۔ایسا ہی بلکہ اس سے بڑھ کر ہمارے نبی ﷺ پر واقعات گزرے۔اور باوجودیکہ مکّہ میں کوئی ایسا گھر نہ تھا جس سے آنحضرت ﷺ کو کوئی شعبہ قرابت نہ تھا۔مگر خالص خدا کی طرف بلانے سے سب کے سب دشمن ہو گئے اور بجز خدا کے ایک بھی ساتھ نہ رہا۔پھر خدا نے جس طرح ابراہیم کو اکیلا پا کر اِس قدر اولاد دی جو آسمان کے ستاروں کی طرح بے شمار ہو گئی۔اسی طرح آنحضرت ﷺ کو اکیلا پا کر بے شمار عنایت کی۔اور وہ صحابہ آپ کی رفاقت میں دئے جو نُجُوم السَّمَآء کی طرح نہ صرف کثیر تھے بلکہ اُن کے دل توحید کی روشنی سے چمک اٹھے تھے‘‘۔

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن۔ جلد ۱۵ صفحہ ۴۷۶۔۴۷۷ حاشیہ)

صفت السمیع کے بارے میں مزید چند احادیث اور اقتباسات پیش کرتا ہوں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ایک وادی کے قریب پہنچے تو لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه اور اللّٰـه اکبر کا ذکر بلند آواز میں کرنے لگے۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! دھیما پن اختیار کرو کیونکہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے بلکہ ’’اِنَّـهٗ مَعَكُمْ وَاِنَّـهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ‘‘ وہ تو تمہارے ساتھ ہے اور وہ بہت سننے والا اور قریب ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد باب ما یکرہ من رفع الصوت فی التکبیر)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور پھر کہتے ’’اے اللہ تُو اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے اور تیرا نام برکت والا ہے اور تیری شان بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں‘‘۔اس کے بعد آپ تین دفعہ ’لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه‘ کہتے اور پھر تین دفعہ ’اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا‘ کہتے اور پھر یہ دعا کرتے ’’مَیں دھتکارے ہوئے شیطان کے وساوس اور اس کے شکوک و شبہات ڈالنے سے سَـمِـیْـع اور عَـلِـیْـم خدا کی پناہ میں آتا ہوں۔

(ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب من رای الاستفتاح بسبحانک اللھم وبحمدک)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ

انس آپ کا خادم ہے۔ آپ ﷺ اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو آپ ﷺ نے اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَبَارِکْ لَہٗ فِیْ مَا أَعْطَیْتَہٗ کی دعا کی یعنی اے اللہ تُو اس کے اموال واولاد کو پھیلا دے اور جو کچھ تُو نے اسے دیا ہے اس میں برکت دے۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الدعوات باب دعوۃ النبی ﷺ لخادمہ بطول العمرو بکثرۃ مالہ)

اس حدیث کی شرح میں ابن حجرؒ بیان کرتے ہیں کہ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ کی اپنی روایت ہے کہ خدا کی قسم! آج میرے پاس بہت مال ودولت ہے اور میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد سو کے عدد سے تجاوز کر چکی ہے۔

(فتح الباری، کتاب الدعوات باب دعوۃ النبی ﷺ لخادمہ بطول العمرو بکثرۃ مالہ)

پھر حضرت جابر بن عبداللہؓ کے لئے ایک دعا آنحضرت ﷺ نے کی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد عبداللہ مقروض ہونے کی حالت میں وفات پا گئے۔ اس پر مَیں نبی ﷺ کے پاس گیا اور عرض کی کہ میرے والد مقروض تھے اور میرے پاس ان کی کھجوروں کی آمد کے علاوہ (قرض اتارنے کے لئے) کچھ نہیں اور جو قرض ان پر تھا وہ کئی سال تک مَیں ادا کرتا رہوں گا۔ پس آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں تا کہ قرض خواہ مجھ سے بُرا سلوک نہ کریں۔ چنانچہ آنحضور ﷺ نے کھجوروں کے ایک ڈھیر کے گرد دُعا کرتے ہوئے چکر لگایا۔ پھر دوسرے ڈھیر کے گرد دعا کرتے ہوئے چکر لگایا اور اس کے بعد اس پر بیٹھ گئے اور فرمایا: ''اسے ماپو''۔ پھر ان قرض خواہوں کو جوان کا حصہ تھا پورا ادا کر دیا اور جتنی کھجوریں آپ نے دی تھیں (آپ کی دعا کی قبولیت کی برکت سے) اتنی ہی کھجوریں باقی رہ گئیں۔

(بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

ایک اور روایت ہے یہ طائف کے واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ مجھے عروہؓ نے بتایا کہ امّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ کیا آپ پر یومِ اُحُد سے سخت دن بھی آیا ہے؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تیری قوم سے بڑی تکالیف پہنچی ہیں۔ اور ان تکالیف میں سے شدید ترین عقبہ والے دن پہنچی تھی۔ (یعنی طائف کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے) جب مَیں نے اپنے آپ کو عَبْدِ یَا لِیْل بن عَبْدِ کُلَال کے سامنے پیش کیا اور اس نے اس بات کا جواب نہ دیا۔ جس کا مَیں نے ارادہ کیا

تھا۔ مَیں غم زدہ ہونے کی حالت میں لوٹ رہا تھا کہ مَیں 'قَرْنُ الثَّعَالِب' چوٹی پر پہنچا۔ مَیں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو ایک بادل مجھ پر سایہ کر رہا تھا۔ مَیں نے دیکھا تو اس میں جبریل تھے۔ انہوں نے مجھے مخاطب کر کے پکارا اور کہا "اللہ تعالیٰ نے تیری قوم کی تیرے بارہ میں رائے سن لی ہے اور اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ اسے اس کام کا حکم دیں جو آپ اپنی قوم کے بارہ میں چاہتے ہیں"۔ پس مجھے پہاڑوں کے فرشتہ نے پکارا۔ اس نے مجھے سلام کیا اور کہا: اے محمد! ﷺ اب فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اگر آپ چاہیں تو مَیں دونوں پہاڑوں کو ان پر اُلٹا دوں۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: "مَیں تو یہ خواہش رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی صلب سے ایسی نسل پیدا کرے جو خدائے واحد کی عبادت کرے اور اس کا کسی کو بھی شریک نہ قرار دے"۔

(بخاری کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکة)

چنانچہ ان دعاؤں کے نتیجہ میں بنوثقیف یعنی اہل طائف کو اسلام قبول کرنے کی سعادت ملی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبولیت دعا کے چند نمونے پیش ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ سردار نواب محمد علی خان صاحب، رئیس مالیر کوٹلہ کا لڑکا عبدالرحیم خان ایک شدید محرکہ تپ کی بیماری سے بیمار ہو گیا اور کوئی صورت جانبری کی دکھائی نہیں دیتی تھی گویا مردے کے حکم میں تھا۔ اُس وقت مَیں نے اُس کے لئے دعا کی تو معلوم ہوا کہ تقدیر مبرم کی طرح ہے۔ تب مَیں نے جناب الٰہی میں عرض کی کہ یا الٰہی مَیں اس کے لئے شفاعت کرتا ہوں۔ اس کے جواب میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ﴿مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ یعنی کس کی مجال ہے کہ بغیر اذن الٰہی کے کسی کی شفاعت کر سکے۔ تب مَیں خاموش ہو گیا۔ بعد اس کے بغیر توقف کے یہ الہام ہوا "اِنَّکَ اَنْتَ الْمَجَاز" یعنی تجھے شفاعت کرنے کی اجازت دی گئی۔ تب مَیں نے بہت تضرع اور ابتہال سے دعا کرنی شروع کی تو خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور لڑکا گویا قبر میں سے نکل کر باہر آیا۔ اور آثار صحت ظاہر ہوئے اور اس قدر لاغر ہو گیا تھا کہ مدت دراز کے بعد وہ اپنے اصلی بدن پر آیا اور تندرست ہو گیا اور زندہ موجود ہے"۔

(حقیقة الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۹، ۲۳۰)

اوران کی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی لمبی عمر ہوئی بعد میں۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ” شیخ مہر علی ہوشیار پوری کی نسبت پیشگوئی۔یعنی خواب میں مَیں نے دیکھا کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور پھر مَیں نے اس کو بجھایا۔یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آخر میری دعا سے رہائی ہوگی۔ یہ تمام پیشگوئی مَیں نے خط لکھ کر شیخ مہر علی کو اس سے اطلاع دی۔بعد اسکے پیشگوئی کے مطابق اس پر قید کی مصیبت آئی اور پھر قید کے بعد پیشگوئی کے دوسرے حصہ کے مطابق اس نے رہائی پائی“۔

(حقیقة الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۳۳)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ” سردار خان برادر حکیم شاہ نواز خان جو ساکن راولپنڈی ہیں میری طرف لکھتے ہیں کہ ایک مقدمہ میں ان کے بھائی شاہ نواز خان کی مع ایک فریق مخالف کے عدالت میں ضمانت لی گئی تھی جس میں حضرت صاحب سے یعنی مجھ سے بعد اپیل دعا کرائی گئی تھی۔اور ہر دو فریق نے اپیل کیا تھا۔ چنانچہ دعا کی برکت سے شاہ نواز کا اپیل منظور ہوگیا اور فریق ثانی کی اپیل خارج ہوگئی۔قانون دان لوگ کہتے تھے کہ اپیل کرنا بے فائدہ ہے کیونکہ بالمقابل ضمانتیں ہیں۔یہ دعا کا اثر تھا کہ دشمن کی ضمانت قائم رہی اور شاہنواز ضمانت سے بری کیا گیا“۔

(حقیقة الوحی-روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۳۷)

پھر آپ اپنے ایک بیٹے کے بارہ میں قبولیت دعا کے ضمن میں فرماتے ہیں:

”بشیر احمد میرا لڑکا آنکھوں کی بیماری سے ایسا بیمار ہوگیا تھا کہ کوئی دوا فائدہ نہیں کرسکتی تھی اور بینائی جاتے رہنے کا اندیشہ تھا۔جب شدت مرض انتہا تک پہنچ گئی تب مَیں نے دعا کی تو الہام ہوا ”بَرَّقَ طِفْلِیْ بَشِیْر “ یعنی میرا لڑکا بشیر دیکھنے لگا۔تب اسی دن یا دوسرے دن وہ شفایاب ہوگیا۔یہ واقعہ بھی قریباً سو آدمی کو معلوم ہوگا“۔

(حقیقة الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۴۰)

پھر آپؑ کے کچھ الہامات ہیں:

۱۸۸۳ء کا ایک ہے۔”سَلَامٌ عَلَیْکَ جُعِلْتَ مُبَارَکًا سَمِعَ اللّٰہُ اِنَّہٗ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ“۔

(براھین احمدیہ ہر چہار حصص، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۶۲۰)

تجھ پر سلام۔تو مبارک کیا گیا۔خدا نے دعا سن لی۔وہ دعاؤں کو سنتا ہے۔

(تذکرہ صفحہ ۹۶)

فرماتے ہیں: مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ ”جب تُو دعا کرے تو مَیں تیری سنوں گا“۔

(الحکم جلد ۸ نمبر ۱۷۔ مورخہ ۲۴/مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۴۔تذکرہ صفحہ ۵۱۵ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

پھر الہام ہے:”قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ اُجِیْبَتْ دَعْوَتُکَ۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْن“ (تذکرہ صفحہ ۶۷۳ ایڈیشن ۱۹۶۹) ۔اللہ تعالیٰ نے تیری دعا سن لی۔تیری دعا قبول کی گئی۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہ جو نیکی کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی مقبول دعاؤں کی توفیق دے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو آگے بڑھانے والے ہوں۔اور سب سے بڑھ کر جو دعا ہماری ہونی چاہئے وہ غلبہ اسلام کے لئے کہ اللہ تعالیٰ جلد دنیا پر آنحضرت ﷺ کا جھنڈا لہرائے۔

آخر پر ایک اور تھوڑی سی بات کرنا چاہتا ہوں۔ایڈیشنل وکیل المال صاحب نے توجہ دلائی کہ یہ مہینہ مالی سال کا آخری مہینہ ہے تو اس میں چندہ عام اور چندہ جلسہ سالانہ کی طرف احباب کو توجہ دلائی جائے۔مجموعی طور پر تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی ایسی فکر کی بات نہیں۔ جہاں ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے سلوک کیا ہے وہ آئندہ بھی انشاء اللہ ہم سے وہی سلوک کرے گا اور خود ہمارا کفیل ہوگا۔اور ہماری ہر ضرورت کو پورا کرنے والا ہوگا۔اس بارہ میں تو ذرّہ بھی کوئی شک نہیں۔لیکن بعض انفرادی لوگوں کو توجہ دلانے کی ضرورت پڑتی ہے۔اس ضمن میں یہ مَیں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں کہ شروع میں بعض لوگ تشخیص صحیح نہیں کرواتے۔کس وجہ سے؟ وہ بہتر جانتے ہیں۔ کسی پر مَیں بدظنی نہیں کرتا۔اس صورت میں ان سے درخواست ہے کہ وہ اب اس سال کے آخری مہینہ میں بھی اپنی صحیح آمد کے مطابق اپنا بجٹ بنوائیں۔

دوسرے صحیح بجٹ تو بنواتے ہیں لیکن بعض حالات ایسے آ گئے،کسی ایسے کرائسس میں آ گئے کہ چندوں کی ادائیگی نہیں کر سکے اور باوجود بہت کوشش کے، نیک نیتی کے، بہت مشکل میں گرفتار ہیں۔تو ایسے لوگوں سے درخواست ہے کہ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے

بھی فرمایا تھا کہ آپ درخواست دیں نظام جماعت کو، خلیفۂ وقت کو۔ تو جو ایسی صورت میں ہیں ان کو جس شرح سے بھی وہ دینا چاہتے ہیں اس کے مطابق دیا جائے گا۔ یا اگر معاف کروانا چاہتے ہیں تو معاف ہو جائے گا۔ لیکن قول سدید سے کام لینا چاہئے۔ اور اب مَیں بھی یہی کہتا ہوں کہ جو بھی درخواستیں آئیں گی انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش کے مطابق، حالات کے مطابق ان کو اسی طرح (Treat) کیا جائے گا۔

تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ اگر شروع میں بجٹ جو بھی بنا اور اس کے بعد اگر حالات بہتر ہوئے تو بجائے اس کے کہ صرف بجٹ کے مطابق ادائیگی ہو جس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہوئے ان کے مطابق اپنی ادائیگی کرنے کی طرف توجہ کریں۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ سے ہمارے سودے صاف ہوں گے تو وہ سمیع اور علیم خدا ہے، ہمارے حالات سے باخبر ہے۔ ہماری نیک نیتی کو دیکھتے ہوئے ہماری دعاؤں کو زیادہ سنے گا اور سب سے زیادہ اگر ہمیں کسی چیز کی ضرورت ہے اس وقت، اس زمانہ میں اور اپنی ذات کے لئے بھی تو وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے اور اس کے حضور عاجزانہ دعائیں ہیں جو اس کے حضور قبولیت کا شرف پائیں۔ تو میری یہ درخواست ہے کہ دعاؤں کی قبولیت کے لئے بھی یہ بہت ضروری ہے کہ اپنے ہر قسم کے معاملات خدا تعالیٰ سے صاف رکھیں۔